OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 31, Issue, 1, 2026
http://alqalamjournalpu.com/

مصنوعی ذہانت کے اخلاقی چیلنجز اور انسانی اقدار: الہامی مذاہب کے اصولوں کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ

Ethical Challenges of Artificial Intelligence and Human Values: A Research Study in the Light of Principles of Divine Religions

Muhammad Haroon
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan
Dr. Farhat Naseem Alvi
Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan

Abstract

KEYWORDS:

Artificial Intelligence, Religion, Divine Religions, Ethical Challenges, Human Values

Date of Publication:
14-08-2026

CC BY NC ND

Throughout human history, religion has remained a fundamental intellectual and moral force that has not only shaped the spiritual dimensions of human life but has also influenced scientific, social, and technological development. In the contemporary era, Artificial Intelligence (AI) has emerged as a revolutionary technology that is transforming nearly every aspect of human existence. While this advancement brings remarkable benefits in terms of convenience, scientific progress, economic growth, and medical improvement, it has simultaneously raised profound ethical, spiritual, and religious questions. Major revealed religions Islam, Judaism and Christianity have engaged with the rise of AI from their respective theological, moral and philosophical perspectives. A shared concern across these traditions is that human beings are uniquely endowed with reason, moral responsibility, intentionality, and spiritual awareness qualities that cannot be fully replicated by artificial systems. This

raises a critical question: should AI be viewed merely as an assisting technological tool, or can it ever be accepted as a substitute for human authority in moral decision-making and religious guidance? From an Islamic perspective, human beings are regarded as God's vicegerents (Khalifah) on Earth, entrusted with the responsibility of upholding justice, intention (Niyyah), trust (Amanah) and moral integrity. In contrast, AI operates on data-driven algorithms and lacks intention, contextual understanding, and moral consciousness. Therefore, granting it independent ethical or religious authority is not considered acceptable within Islamic thought. Similarly, in Judaism, AI is largely viewed as a useful but limited tool that must operate under Halakhic principles and human supervision, while in Christian theology, human dignity, spirituality, and divine sovereignty remain central, and technology is not permitted to replace the human role. This article presents a comparative and analytical study of these religious perspectives, examining how AI is reshaping discussions on ethics, morality, and spiritual identity. It also highlights the ethical risks associated with AI such as bias, loss of human autonomy, lack of accountability, and challenges to religious values. Ultimately, the study emphasizes the need for a shared interfaith ethical framework that ensures the development and use of AI within the boundaries of human dignity, moral responsibility, and spiritual values, rather than allowing it to function as a replacement for human authority.

ابتدائیہ

انسانی تہذیب کے ارتقاء میں مذہب ہمیشہ ایک بنیادی عنصر رہا ہے جو زندگی کے ہر پہلو، بشمول سائنسی اور تکنیکی ترقی پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ مذاہب میں علم، حکمت اور تخلیق کے تصورات صدیوں سے زیر بحث رہے ہیں۔ اسلام، مسیحیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت اور دیگر مذاہب میں انسانی عقل کو ایک عظیم نعمت سمجھا جاتا ہے جو خدا کی جانب سے ودیعت کی گئی ہے۔ تاہم مذہبی تعلیمات میں یہ بھی واضح کیا گیا

ہے کہ انسانی شعور، اخلاقی ذمہ داری اور روحانی بیداری صرف انسان کے ساتھ خاص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب میں AI کے حوالے سے مختلف نظریات اور آراء موجود ہیں، جن میں کچھ مثبت اور کچھ محتاط پہلو شامل ہیں۔

اسلام میں "استخلاف (Vicegerency) "کا تصور پایا جاتا ہے، جس کے مطابق انسان زمین پر اللہ کا نائب ہے اور اسے تخلیقی اور علمی صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے۔ لیکن کیا مصنوعی ذہانت کو ایسے اختیارات دیے جا سکتے ہیں جو صرف انسان کے لیے مخصوص ہیں؟ کیا مصنوعی ذہانت پر مکمل انحصار اسلامی اصولوں سے مطابقت رکھتا ہے؟ دوسری طرف مسیحیت میں بھی مصنوعی ذہانت کے حوالے سے دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں۔ کیتھولک چرچ کے پوپ فرانسس نے اس بارے میں کہا کہ ٹیکنالوجی کو انسانی خدمت کے لیے استعمال کرنا چاہیے نہ کہ اسے انسان کی جگہ لینا چاہیے۔ اسی طرح یہودی فلسفے میں مصنوعی ذہانت کو ایک جدید سائنسی پیش رفت کے طور پر دیکھا جاتا ہے لیکن اس کے اخلاقی اثرات پر بحث کی جاتی ہے کہ آیا یہ "خدا کی مشیت" کے خلاف جا سکتا ہے یا نہیں۔ ہندومت اور بدھ مت میں شعور (Consciousness) اور کرم (Karma) جیسے تصورات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ہندو مذہبی رہنماؤں کے مطابق مصنوعی ذہانت ایک نئے "یگ" (عہد) کی تخلیق کر سکتا ہے جو انسانی زندگی کو ایک نئی سمت میں لے جائے گا۔ لیکن ہندو فلسفے میں انسانی روح (آتما) کو جو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس کے پیش نظر مصنوعی ذہانت کو انسان کے برابر سمجھنا ایک متنازعہ موضوع ہے۔ اسی طرح، بدھ مت میں اخلاقیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ آیا مصنوعی ذہانت کرم کے اصولوں کے مطابق اچھائی یا برائی کے فیصلے کر سکتا ہے؟

یہ تمام مباحث مذہب اور سائنس کے اس پیچیدہ تعلق کی نشاندہی کرتے ہیں جو صدیوں سے انسانی فکر و شعور میں موجود ہے۔ یہ مقالہ مذاہب میں مصنوعی ذہانت کے نظریات کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کرنے اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے لیے مصنوعی ذہانت کی سائنسی، اخلاقی اور روحانی حیثیت کو واضح کرنے کی کوشش کرے میں لکھا جا رہا ہے۔

مصنوعی ذہانت اور یہودی نقطہ نظر

یہودیت بطور ایک قدیم الہامی مذہب، انسانی عقل، فہم اور سیکھنے کی صلاحیت کو خدا کی عطا کردہ مقدس نعمت تصور کرتا ہے۔ تورات (Torah) اور تلمود (Talmud) میں انسانی ذمہ داری، اختیار اور علم کے حصول کو صرف دنیاوی ترقی کے لیے نہیں بلکہ اخلاقی ارتقاء اور خدمتِ خلق کے لیے بھی لازم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ جب بات مصنوعی ذہانت جیسی جدید ٹیکنالوجی کی ہو تو یہودی علما اسے محض ایک سائنسی ایجاد نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور روحانی چیلنج کے طور پر بھی دیکھتے ہیں۔ مصنوعی ذہانت کی تیز رفتار ترقی نے تمام عالمی مذاہب کو نئے اخلاقی، فکری اور قانونی سوالات سے دوچار کر دیا ہے۔ یہودیت جو علم، عقل اور الہامی رہنمائی کو ایک مقدس فریضہ سمجھتی ہے، اس نئے چیلنج کا سنجیدگی سے جائزہ لے رہی ہے۔ مصنوعی ذہانت کے استعمال، اس کی حدود اور اخلاقی مضمرات پر یہودی مذہبی حلقوں میں

مختلف آراء موجود ہیں۔ بعض اسے انسانی فلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں، جبکہ بعض اس کے غیر محدود استعمال کو روحانی و معاشرتی خطرہ قرار دیتے ہیں۔یہودیت میں مذہبی حلقے مصنوعی ذہانت پر مختلف آراء رکھتے ہیں۔

1۔آرتھوڈوکس یہودیت

آرتھوڈوکس یہودیت جو یہودی مذہب کی قدامت پسند اور روایتی شاخ سمجھی جاتی ہے، جدید سائنسی و ٹیکنالوجی ترقیات کو شریعتِ موسویہ (Halakha) کی روشنی میں پرکھتی ہے۔اس تناظر میں مصنوعی ذہانت کا استعمال ایک پیچیدہ اور حساس مسئلہ تصور کیا جاتا ہے، جس کے لیے دینی و اخلاقی حدود کا تعین ضروری ہے۔آرتھوڈوکس علماء کی غالب رائے یہ ہے کہ مصنوعی ذہانت کو محض ایک "محدود صلاحیت رکھنے والا آلہ" سمجھا جانا چاہیے، جسے انسانی فہم، نیت اور شریعت کی قیادت میں استعمال کیا جائے۔ Rabbi Moshe Feinstein جیسے فقہاء کے نزدیک مشینوں کا کردار "خدمت" تک محدود ہونا چاہیے، نہ کہ "فیصلہ سازی" تک۔ان کے مطابق کوئی بھی نظام جو انسانی نیت، سیاق، یا دینی بصیرت سے عاری ہو، اسے اخلاقی یا شرعی معاملات میں خود مختار بنانا Halakhic اصولوں کے منافی ہے۔

Rabbi Yuval Cherlow جو اسرائیل میں "Tzohar Rabbinical Organization" کے بانی رکن ہیں، مصنوعی ذہانت کے استعمال پر یوں رائے دیتے ہیں:

> "Artificial intelligence is welcome as long as it remains a tool. But if it begins to make autonomous decisions in matters of ethics or Halakha, then we are entering forbidden territory."[1]

> "مصنوعی ذہانت اس وقت تک قابلِ قبول اور خوش آئند ہے جب تک وہ ایک آلے (Tool) کے طور پر کام کرتی رہے۔ لیکن اگر وہ اخلاقیات یا ہلاخا (یہودی مذہبی قانون) کے معاملات میں خود مختار فیصلے کرنے لگے، تو پھر ہم ایک ممنوع اور ناقابلِ قبول دائرے میں داخل ہو رہے ہیں۔"

آرتھوڈوکس یہودیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ مصنوعی ذہانت انسانی ارادے کو مشینی منطق کے تابع نہ کردے۔اس خطرے کو Rabbi Jonathan Sacks نے کچھ یوں بیان کیا:

> "Technology gives us power, but ethics gives us purpose. Without ethics, power can be dangerous."[2]

> "ٹیکنالوجی ہمیں طاقت فراہم کرتی ہے، لیکن اخلاقیات ہمیں مقصد عطا کرتی ہیں۔اخلاقیات کے بغیر طاقت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

آر تھوڈوکس علمااس بات پر متفق ہیں کہ مصنوعی ذہانت کو Halakhicمقاصد میں معاون (Assistive)حیثیت میں استعمال کیا جاسکتا ہے، جیسے کہ تلمودی نصوص کی ڈیجیٹل درجہ بندی، عبری لغات کی AI-assisted تدوین، یا شرعی معلومات تک رسائی کو آسان بنانا۔ تاہم، وہ مصنوعی ذہانت کو "ربانی اختیار" دینے کے خلاف ہیں کیونکہ یہ نہ صرف انسانی خود مختاری بلکہ خدا کی حکمت کو بھی چیلنج کرنے کے مترادف ہو سکتا ہے۔ آر تھوڈوکس یہودیت ایک طرف مصنوعی ذہانت کو جدید فہم اور افادیت کا مظہر مانتی ہے، مگر ساتھ ہی اسے "حدود میں مقید" اور "اخلاقی طور پر جوابدہ" رکھنے پر زور دیتی ہے۔ ان کے نزدیک مصنوعی ذہانت کو کبھی بھی Halakhicیا اخلاقی خود مختاری نہیں دی جاسکتی اور اس کی ہر پیش رفت کو دینی اصولوں کی روشنی میں جانچنا لازم ہے۔

2۔ کنزرویٹو یہودیت

کنزرویٹو یہودیت(Conservative Judaism) جو روایتی اور جدید افکار کے درمیان ایک "وسطی راہ" اختیار کرنے والی تحریک ہے، مصنوعی ذہانت کو ایک اہم سائنسی پیش رفت کے طور پر تسلیم کرتی ہے، تاہم اس کے اخلاقی، روحانی اور معاشرتی اثرات پر گہری فکر و نظر بھی رکھتی ہے۔ کنزرویٹو ماہرینِ دین مصنوعی ذہانت کو انسان کی تخلیقی صلاحیت، علم اور ارادہ کا مظہر سمجھتے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی باور کرواتے ہیں کہ ٹیکنالوجی کا استعمال صرف مفید ہونے کی بنیاد پر جائز نہیں، بلکہ اس کی اخلاقی حدود، نیت اور سماجی اثرات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔Rabbi Elliot Dorffجو کنزرویٹو یہودیت کے معروف اسکالر ہیں اور Jewish Law Committeeکے رکن بھی رہے ہیں مصنوعی ذہانت پر لکھتے ہیں:

> "Technology, including AI, must always be evaluated within a moral framework that prioritizes human dignity, communal responsibility, and spiritual integrity."[3]

> "ٹیکنالوجی، بشمول مصنوعی ذہانت کا جائزہ ہمیشہ ایسے اخلاقی دائرۂ کار میں لیا جانا چاہیے جو انسانی وقار، اجتماعی ذمہ داری، اور روحانی سالمیت کو ترجیح دے۔"

Dorffکے مطابق مصنوعی ذہانت کا استعمال صحت، تعلیم اور عدلیہ جیسے شعبوں میں اخلاقی قیود کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ یہ انسانی وقار کو مجروح نہ کرے اور معاشرتی عدم توازن کو فروغ نہ دے۔ کنزرویٹو حلقوں میں یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ مصنوعی ذہانت ان تمام میدانوں میں انسان کا معاون ہو سکتا ہے، مگر خود مختار متبادل نہیں۔Rabbi Bradley Shavit Artsonجو زانگلر اسکول (Ziegler School of Rabbinic Studies) کے ڈین ہیں مصنوعی ذہانت کے تناظر میں بیان کرتے ہیں:

> "Artificial intelligence should be judged not just by what it can do, but by what it should do and that requires a covenantal vision of ethics rooted in Torah values."[4]

"مصنوعی ذہانت کا جائزہ صرف اس بنیاد پر نہیں لیا جانا چاہیے کہ وہ کیا کر سکتی ہے، بلکہ اس بنیاد پر بھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے؛ اور اس کے لیے اخلاقیات کا ایک ایسا عہدی (Covenantal) تصور درکار ہے جو تورات کی اقدار پر مبنی ہو۔"

یہ نظریہ ظاہر کرتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کو محض efficiency یا productivity کے ترازو پر تولنا ناکافی ہے۔ بلکہ کنزرویٹو یہودیت اسے "تخلیقِ نو" کے ایک موقع کے طور پر دیکھتی ہے، جس کے لیے "الہامی ہدایت (Revelation-guided ethics)" اور "اجتماعی شعور" کی روشنی میں فیصلہ سازی ضروری ہے۔

مصنوعی ذہانت کے مخصوص اخلاقی خدشات اور کنزرویٹو رد عمل

مصنوعی ذہانت کے پھیلتے استعمال نے جہاں ٹیکنالوجی کے میدان میں نئی راہیں ہموار کی ہیں، وہیں اس نے اخلاقی سطح پر کئی حساس اور پیچیدہ خدشات کو جنم دیا ہے، خصوصاً ایسے معاشروں میں جو مذہب، روایت اور اخلاقیات پر مضبوط یقین رکھتے ہیں۔ ان خدشات میں انسان کی خود مختاری کا خطرہ، شعور و نیت کے بغیر فیصلے، مذہبی و ثقافتی اقدار کی خلاف ورزی اور غیر انسانی رویوں کا فروغ شامل ہیں۔ ان چیلنجز کے جواب میں دنیا بھر کے مذہبی، اخلاقی اور کنزرویٹو (روایتی) حلقوں کی طرف سے ایک محتاط بلکہ بعض اوقات سخت رد عمل سامنے آیا ہے جو مصنوعی ذہانت کو حدود و ضوابط میں لانے کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ انسانی وقار، دینی اقدار اور معاشرتی ہم آہنگی متاثر نہ ہو۔

3۔ ریفارم یہودیت

ریفارم یہودیت جو انیسویں صدی کے یورپ میں ایک جدت پسند تحریک کے طور پر ابھری، مذہبی عقائد، روایات اور اصولوں کو عصرِ حاضر کی سائنسی، سماجی اور فکری ترقی کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اسی تناظر میں مصنوعی ذہانت کو بھی ریفارم اسکالرز ایک مثبت اور تعمیری سائنسی پیش رفت کے طور پر دیکھتے ہیں، بشرطیکہ اس کا استعمال انسانی حقوق، اخلاقی اقدار اور سماجی انصاف کے دائرے میں ہو۔ ریفارم یہودیت کا عمومی رویہ ٹیکنالوجی کے استعمال کو مواقع کے طور پر دیکھنے کا رہا ہے۔ Central Conference of American Rabbis (CCAR) کے ایک اعلامیہ میں کہا گیا:

> "We are not afraid of technology; we are afraid of its misuse. AI must be guided by our deepest values of justice, compassion, and human dignity."[5]

> "ہم ٹیکنالوجی سے خوف زدہ نہیں ہیں؛ ہمیں اس کے غلط استعمال کا اندیشہ ہے۔ مصنوعی ذہانت کی رہنمائی ہماری گہری ترین اقدار، یعنی انصاف، ہمدردی اور انسانی وقار کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔"

ریفارم علماء یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کے ذریعے صحت، تعلیم، سماجی بہبود اور معاشی ترقی میں غیر معمولی سہولت ممکن ہے، لیکن اگر یہ ٹیکنالوجی تعصب، نگرانی یا انسانوں کی خود مختاری کو متاثر کرے تو یہ خطرناک ہو سکتی ہے۔

انسانی حقوق اور آزادی پر زور

ریفارم یہودیت کے مطابق ہر انسان کو "Tzelem Elohim" یعنی "خدا کی شبیہ پر پیدا کیا گیا"[6] تصور کیا جاتا ہے، اس لیے کوئی بھی ٹیکنالوجی، خواہ کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو، انسانی وقار، انتخاب کی آزادی اور برابری کے اصول کو پامال نہیں کر سکتی۔ Rabbi Rick Jacobs جو Union for Reform Judaism کے صدر ہیں، وہ کہتے ہیں:

> "Our engagement with AI must reflect our prophetic commitment to justice (tzedek), and the sacred worth of every human being."[7]
>
> "مصنوعی ذہانت (AI) کے ساتھ ہمارا تعامل انصاف (Tzedek) کے لیے ہماری انبیائی وابستگی اور ہر انسان کی مقدس قدر و منزلت کے احترام کی عکاسی کرنا چاہیے۔"

ریفارم یہودیت مصنوعی ذہانت کو انسانی ترقی کے لیے ایک ذریعۂ خیر سمجھتی ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی باور کراتی ہے کہ اگر مصنوعی ذہانت کو اخلاقی اقدار سے خالی استعمال کیا جائے تو یہ انسانیت کے خلاف ایک نیا ظلم بن سکتا ہے۔ اس لیے مصنوعی ذہانت کو صرف ایک ٹیکنالوجی کے طور پر نہیں، بلکہ ایک اخلاقی و دینی ذمہ داری کے طور پر بھی سمجھا جانا چاہیے، جہاں Tzedek (عدل) Chesed (رحم) اور Kavod (وقار) جیسے یہودی اخلاقی اصول راہنمائی فراہم کریں۔

مصنوعی ذہانت بطور مثبت ایجاد (محدود شرائط کے ساتھ)

کئی یہودی علما اس بات پر متفق ہیں کہ اگر مصنوعی ذہانت کو halakhic (یہودی شریعت) اصولوں کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ صحت، تعلیم اور معیشت جیسے شعبوں میں فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ Rabbi Daniel Nevins (Jewish Theological Seminary) نے مصنوعی ذہانت کے بارے میں کہا:

> "When artificial intelligence is harnessed to serve human dignity and communal welfare, it is not only permitted but perhaps a mitzvah (a good deed)."[8]
>
> "جب مصنوعی ذہانت (AI) کو انسانی وقار اور اجتماعی فلاح و بہبود کی خدمت کے لیے استعمال کیا جائے، تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ ایک متصورہ (Mitzvah) یعنی نیکی اور ثواب کا کام بھی شمار ہو۔"

یعنی اگر مصنوعی ذہانت کا استعمال عدل، شفقت اور فلاحِ عامہ کے لیے ہو تو یہ ایک مذہبی عمل بن سکتا ہے۔

مصنوعی ذہانت اور انسانی خود مختاری

یہودی اخلاقیات میں "free will" یعنی آزاد ارادہ کو بنیادی عقیدہ سمجھا جاتا ہے۔ انسان کو جو بھی اختیار دیا گیا ہے، وہ اس کے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ مصنوعی ذہانت کی خود کار فیصلہ سازی (autonomous decision-making) اس اصول کو چیلنج کرتی ہے۔ تالمود میں ہے:

"Everything is foreseen, but freedom of choice is given."[9]

"ہر چیز پہلے سے دیکھی اور معلوم ہے، لیکن انتخاب کی آزادی عطا کی گئی ہے۔"

یعنی خدا سب جانتا ہے، مگر انسان کو پھر بھی اختیار دیا گیا ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت کسی شخص کی جگہ فیصلے کرنے لگے—خواہ قانونی ہوں، اخلاقی ہوں یا سماجی تو یہ انسانی ذمہ داری اور جواب دہی کے اصول کو کمزور کر سکتا ہے۔

مصنوعی ذہانت اور مذہبی و اخلاقی فیصلے

یہودی فقہی حلقوں میں اس بات پر گہرا غور و خوض جاری ہے کہ کیا مصنوعی ذہانت کو Halakhic فیصلوں، فتاویٰ، یا تفسیر میں استعمال کیا جا سکتا ہے؟ بیشتر علما اس پر حد بندی کی حمایت کرتے ہیں۔ Rabbi Yuval Cherlow (Tzohar Rabbinical Organization) کا موقف ہے:

"AI may assist in the process of halakhic research but cannot replace the rabbi's ethical and spiritual responsibility."[10]

"مصنوعی ذہانت (AI) ہلاخائی (یہودی مذہبی قانون سے متعلق) تحقیق کے عمل میں معاون ثابت ہو سکتی ہے، لیکن یہ کسی ربی کی اخلاقی اور روحانی ذمہ داری کی جگہ نہیں لے سکتی۔"

یعنی مصنوعی ذہانت کو تحقیق میں معاون بنایا جا سکتا ہے جیسے روایات کی تلاش، تشریحات، یا فقہی نظائر کی شناخت، لیکن شرعی فیصلہ صرف انسان ہی دے سکتا ہے جو نیت، سیاق اور روحانی ذمہ داری کو سمجھتا ہو۔

5۔ اخلاقی خطرات (مصنوعی ذہانت کے ناجائز استعمال پر تنبیہ)

تمام یہودی مذہبی اسکالرز مصنوعی ذہانت کو مثبت طور پر نہیں دیکھتے۔ کچھ یہودی مفکرین کے مطابق اگر مصنوعی ذہانت کو مکمل خود مختاری دے دی گئی، تو یہ انسانی اختیار کے دائرے سے باہر جا سکتا ہے۔ مصنوعی ذہانت کی ترقی اگر صرف کارپوریٹ مفاد، سوشیو پولیٹیکل کنٹرول، یا جنگی استعمال کے لیے ہو تو یہودی علما اسے اخلاقی خطرہ قرار دیتے ہیں۔ جیسے Surveillance AI یا automated weapons۔ یہودیت کی مذہبی کتاب تالمود کے مطابق:

"He who destroys one life, it is as if he has destroyed the whole world."[11]

"جو شخص ایک جان کو ہلاک کرتا ہے، گویا اس نے پوری دنیا کو ہلاک کر دیا۔"

لہٰذا مصنوعی ذہانت کا ایسا استعمال جو انسانی جان، عزت، یا آزادی کو نقصان پہنچائے، یہودی فقہ میں شدید ممنوع ہے۔ یہودی نقطہ نظر کے مطابق، مصنوعی ذہانت ایک طاقتور مگر محدود ٹیکنالوجی ہے، جسے اگر دینی، اخلاقی اور انسان دوست اصولوں کے تابع رکھا جائے تو یہ ایک "میتزواہ" (نیکی) بن سکتی ہے، مگر اگر اسے بغیر نگرانی کے چھوڑ دیا جائے تو یہ معاشرتی انتشار، اخلاقی زوال اور دینی اصولوں کی پامالی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ لہٰذا مصنوعی ذہانت کے استعمال میں علم، نیت، حدود اور اخلاقی ذمہ داری کو لازم تصور کیا جاتا ہے۔

ربی جوناتھن ساکس (*Rabbi Jonathan Sacks*) نے مصنوعی ذہانت کے حوالے سے لکھا:

"اگر ٹیکنالوجی کو اخلاقی حدود کے بغیر بڑھنے دیا گیا تو یہ ہمارے عقائد، شناخت اور خود مختاری کے لیے چیلنج بن سکتی ہے۔[12]"

یہودی عقیدے کے مطابق انسان کو خدا نے اشرف المخلوقات کے طور پر تخلیق کیا ہے اور کوئی بھی مخلوق، چاہے وہ جاندار ہو یا مصنوعی، انسانی اختیار کی جگہ نہیں لے سکتی۔ یہودیت کے مطابق مصنوعی ذہانت کے ممکنہ منفی پہلوؤں میں اخلاقی حدود کی کمی، انسانی شناخت پر گہرا اثر اور یہودی قوانین کی پیچیدگیوں کو سمجھے بغیر شرعی فیصلے دینا شامل ہے۔

مصنوعی ذہانت خود مختاری اور یہودی مذہب

یہودیت میں خدا کی حاکمیت اور انسان کی محدود خود مختاری کا تصور پایا جاتا ہے۔ مشہور یہودی فلاسفر مارٹن بوبر (*Martin Buber*) کے مطابق "انسان کو اختیار دیا گیا ہے، مگر اس اختیار کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہیے۔[13]" اگر مصنوعی ذہانت کو مکمل خود مختاری دے دی گئی، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مشین کو انسانی فیصلے لینے کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ خاص طور پر، یہودی مذہب میں حلال و حرام، مذہبی عبادات اور اخلاقیات جیسے معاملات میں مصنوعی ذہانت کا کیا کردار ہو گا؟

مصنوعی ذہانت اور سبت (Shabbat) کا مسئلہ

یہودیت میں سبت (Shabbat) کا دن انتہائی مقدس سمجھا جاتا ہے اور اس دن کام کرنے کی ممانعت ہے۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا مصنوعی ذہانت پر مبنی سسٹمز جو خودکار طریقے سے کام کرتے ہیں، سبت کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ بعض یہودی اسکالرز کا کہنا ہے کہ مصنوعی ذہانت کا خودکار نظام سبت کی خلاف ورزی کر سکتا ہے، کیونکہ یہودی قوانین میں "براہ راست یا بالواسطہ "کام کرنے کے اصول موجود ہیں۔ المختصر یہودیت میں "ٹیکون عولام (*Tikkun Olam*) "کا اصول ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اگر کوئی ٹیکنالوجی انسانیت کی بھلائی کے لیے ہے، تو اسے اپنانا جائز ہے، مگر یہ بھی ضروری ہے کہ مصنوعی ذہانت کو اخلاقی اور مذہبی حدود کے اندر رکھا

جائے۔ نتیجتاً مصنوعی ذہانت کا استعمال یہودی تعلیمات کے مطابق اس وقت تک قابل قبول ہے جب تک کہ یہ انسانی وقار، اخلاقیات اور خدا کی حاکمیت کے اصولوں کے خلاف نہ ہو۔

مصنوعی ذہانت اور مسیحی نقطہ نظر

مصنوعی ذہانت نے جدید دنیا کے علمی، معاشرتی اور اخلاقی ڈھانچوں میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کی ہیں، جس کے اثرات مذہب، روحانیت اور الٰہی تصور انسان پر بھی نمایاں طور پر مرتب ہو رہے ہیں۔ مسیحی مذہبی حلقے چاہے وہ پروٹسٹنٹ ہوں، کیتھولک یا آرتھوڈوکس ان تبدیلیوں پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں اور مختلف انداز میں ان کا تجزیہ کر رہے ہیں۔ کچھ عیسائی مفکرین مصنوعی ذہانت کو خدا کی تخلیقی عطا سمجھتے ہیں جو بشرطِ نیتِ خیر انسانیت کے فائدے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے، جبکہ بعض دیگر اسے اخلاقی و روحانی خطرہ تصور کرتے ہیں جو انسان کی آزاد مرضی، ایمان اور روحانی شعور کو چیلنج کر سکتا ہے۔ یوں مسیحی دنیا میں مصنوعی ذہانت کے حوالے سے ایک کثیر جہتی فکری مکالمہ جاری ہے جو اخلاقیات، الٰہیات اور انسانی فطرت کے تناظر میں نئے سوالات اور امکانات کو جنم دے رہا ہے۔

1۔ پروٹسٹنٹ نظریہ

پروٹسٹنٹ عیسائیت جو سولہویں صدی کی اصلاحی تحریک کے نتیجے میں کیتھولک چرچ سے الگ ہوئی، انسانی فاعلیت (human agency)، ذاتی نجات اور انفرادی اخلاقی ذمہ داری پر زور دیتی ہے۔ اسی بنیاد پر کئی پروٹسٹنٹ علما اور فلاسفہ مصنوعی ذہانت کو انسانی ترقی کا ایک ناگزیر اور ممکنہ طور پر مثبت ذریعہ تصور کرتے ہیں، بشرطیکہ اس کا استعمال الٰہی اخلاقیات اور انسانی بھلائی کے تابع ہو۔ پروٹسٹنٹ اسکالر Reinhard Hütter کے مطابق:

> "مصنوعی ذہانت جیسے وسائل انسان کے اخلاقی امتحان کی نئی صورتیں ہیں، جہاں ایمان اور خدا کے ساتھ وفاداری کی آزمائش انسانی اختیار میں دی گئی ٹیکنالوجی کے ذریعے ہوتی ہے۔[14]

پروٹسٹنٹ اخلاقیات کا ایک بنیادی ستون "Sola Scriptura" ہے یعنی صرف بائبل کو حتمی اتھارٹی تسلیم کرنا۔ اس کے تحت جدید ٹیکنالوجی، بشمول مصنوعی ذہانت کو انجیل میں موجود عدل وانصاف، رحم، نفع عامہ، انسانی آزادی اور نیت جیسے اصولوں کے مطابق جانچنا ضروری ہے۔

پروٹسٹنٹ مفکر John Polkinghorne جو سائنسدان اور تھیولوجین دونوں تھے، مصنوعی ذہانت کو خدا کی عطا کردہ عقل (Reason) کا ایک مظہر سمجھتے ہیں:

> "If we believe that all truth is God's truth, then using AI to pursue knowledge, compassion, or healing is a form of participating in God's creative purpose." [15]

"اگر ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہر سچائی دراصل خدا ہی کی سچائی ہے، تو پھر علم، ہمدردی یا شفا کے حصول کے لیے مصنوعی ذہانت کا استعمال خدا کے تخلیقی مقصد میں شریک ہونے کی ایک صورت ہے۔"

اسی تناظر میں پروٹسٹنٹ حلقے مصنوعی ذہانت کو اس وقت تک خیر کا ذریعہ مانتے ہیں جب تک یہ انسانی وقار کو پامال نہ کردے یا یہ اخلاقی فیصلہ سازی میں مکمل طور پر انسان کا متبادل نہ بن جائے یا جب تک یہ روحانی آزادی کو خطرے میں نہ ڈال دے۔

پروٹسٹنٹ اسکالر Stephen Garner نے مصنوعی ذہانت سے متعلق کچھ خدشات بھی ظاہر کیے ہیں:

"The risk lies in the idolization of AI when humans begin to trust machines more than God or their own moral conscience." [16]

"اصل خطرہ مصنوعی ذہانت کی پرستش یا حد سے زیادہ تقدیس میں پوشیدہ ہے، جب انسان خدا یا اپنے اخلاقی ضمیر سے زیادہ مشینوں پر بھروسا کرنے لگتے ہیں۔"

ان کے مطابق مصنوعی ذہانت کی غیر مشروط اطاعت اور اسے اخلاقی فیصلوں میں حتمی اتھارٹی ماننا بت پرستی (Idolatry) کی نئی شکل ہو سکتی ہے۔

المختصر پروٹسٹنٹ نظریہ میں مصنوعی ذہانت کو نفی نہیں کیا جاتا بلکہ اسے ایک الٰہی نعمت اور انسانی آزمائش کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ یہ نظریہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کے استعمال میں انسانی نیت، اخلاقی احتساب اور الٰہی اصولوں کی پابندی ناگزیر ہے۔ جہاں مصنوعی ذہانت تعلیم، صحت اور انسانی خدمت میں معاون ہو، وہاں اسے اپنایا جا سکتا ہے، لیکن جہاں یہ خدا کی حاکمیت، انسان کی روحانیت، یا اخلاقی آزادی کو چیلنج کرے، وہاں اس پر حدود لگانا لازم ہے۔

2۔ کیتھولک نظریہ

کیتھولک چرچ کے علما اور مذہبی مفکرین مصنوعی ذہانت کے موضوع پر انتہائی محتاط اور اخلاقی بصیرت سے بھرپور نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ٹیکنالوجی، بالخصوص مصنوعی ذہانت، ایک ایسا طاقتور ذریعہ ہے جو انسانیت کے لیے خیر و فلاح کا وسیلہ بھی بن سکتا ہے اور اگر اس پر اخلاقی کنٹرول نہ ہو تو یہ انسانی وقار، آزادی اور روحانی اقدار کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ کیتھولک روایت میں انسان کی مرکزیت، خدا کی مشیت پر ایمان اور انسانی روح کی حرمت بنیادی اقدار ہیں، جن کے بغیر کسی بھی سائنسی ترقی کو مکمل یا قابلِ تحسین نہیں سمجھا جاتا۔ پاپائے روم پوپ بینیڈکٹ XVI (Pope Benedict XVI) نے اپنی مشہور انسائیکلیکل لیٹر "Caritas in Veritate" (محبت حق میں) میں مصنوعی ذہانت جیسے جدید سائنسی وسائل کے اخلاقی استعمال پر زور دیتے ہوئے کہا:

"Technology is never merely technology. It expresses human intention and must serve integral human development."[17]

"ٹیکنالوجی محض ٹیکنالوجی نہیں ہوتی؛ یہ انسانی ارادوں اور مقاصد کا اظہار ہوتی ہے، اور اسے انسان کی ہمہ جہت ترقی و فلاح کی خدمت کرنی چاہیے۔"

اسی انسائیکلیکل میں وہ مزید کہتے ہیں:

"The development of technology must be guided by ethics... not any ethics, but one that is rooted in the transcendent dignity of man."[18]

"ٹیکنالوجی کی ترقی کی رہنمائی اخلاقیات کے ذریعے ہونی چاہیے مگر محض کسی بھی قسم کی اخلاقیات کے ذریعے نہیں، بلکہ ایسی اخلاقیات کے ذریعے جو انسان کے ماورائی وقار و عظمت میں جڑی ہوئی ہو۔"

یعنی ٹیکنالوجی محض ایک آزاد اور خود کار شے نہیں، بلکہ یہ انسانی نیت اور اخلاقی فیصلے کی مظہر ہے اور اسے ہمیشہ ایسے اخلاقی فریم ورک کے تحت استعمال ہونا چاہیے جو انسان کی اعلیٰ روحانی و اخلاقی حیثیت کو تسلیم کرے۔ مزید برآں ویٹی کن کے زیرِ سرپرستی "Pontifical Academy for Life" نے 2020 میں "Rome Call for AI Ethics" کے عنوان سے ایک بین الاقوامی اعلامیہ جاری کیا، جس میں دنیا بھر کے مذہبی، سائنسی اور صنعتی رہنماؤں کو مصنوعی ذہانت کے اخلاقی استعمال کی دعوت دی گئی۔ اس اعلامیہ میں درج تھا:

"AI must be developed and used according to principles such as transparency, inclusion, responsibility, impartiality, reliability, and security."[19]

"مصنوعی ذہانت (AI) کی ترقی اور استعمال ایسے اصولوں کے مطابق ہونا چاہیے جیسے شفافیت، شمولیت، ذمہ داری، غیر جانبداری، قابلِ اعتماد ہونا، اور تحفظ و سلامتی۔"

یہ تمام آراء کیتھولک چرچ کے اس موقف کی عکاس ہیں کہ مصنوعی ذہانت کو اخلاقی حدود، دینی بصیرت اور انسانی وقار کی روشنی میں پرکھا جانا چاہیے اور اس کے استعمال کا مقصد صرف تکنیکی برتری نہیں بلکہ انسانی ارتقاء، روحانی ارتقاء اور سماجی انصاف ہونا چاہیے۔ اس نقطۂ نظر کے مطابق مصنوعی ذہانت ایک نعمت بھی بن سکتی ہے اور اگر اس کی لگام چھوٹ جائے تو خطرہ بھی۔

3۔آرتھوڈوکس نظریہ

مشرقی آرتھوڈوکس چرچ (Eastern Orthodox Church) کے علماء اور الٰہیات دان مصنوعی ذہانت کے بارے میں ایک فلسفیانہ اور روحانی گہرائی پر مبنی محتاط موقف اختیار کرتے ہیں۔ان کے نزدیک مصنوعی ذہانت خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے،ایک ایسی مخلوقِ ایجاد ہے جو صرف محدود اور مشروط عقل (bounded rationality) کی حامل ہو سکتی ہے۔آرتھوڈوکس روایت میں "عقل (νοῦς, *nous*) "صرف معلوماتی یا منطقی عمل نہیں،بلکہ یہ روحانی شعور (spiritual intellect) کا مظہر ہے جو انسان کو خدا سے رابطے اور سچائی کے ادراک کی صلاحیت عطا کرتا ہے اور یہ خصوصیت کسی مشینی یا مصنوعی نظام میں موجود نہیں ہو سکتی۔ آرتھوڈوکس عالم Bishop Kallistos Ware نے اپنی کتاب *"The Orthodox Way"* میں اس فرق کو یوں واضح کیا:

> "True knowledge is personal, relational, and spiritual. Machines may simulate reasoning, but they can never participate in divine communion."[20]
>
> "حقیقی علم ذاتی، تعلقاتی اور روحانی نوعیت کا حامل ہوتا ہے۔مشینیں استدلال کی نقل کر سکتی ہیں، لیکن وہ کبھی بھی خدا کے ساتھ روحانی رفاقت اور تعلق میں شریک نہیں ہو سکتیں۔"

یعنی مصنوعی ذہانت کے ذریعے جو علم یا فیصلہ حاصل ہوتا ہے،وہ صرف تقلیدی اور حسابی سطح پر ہوتا ہے، جبکہ آرتھوڈوکس تعلیم میں علم وہ ہے جو محبت، دعا، روحانیت اور عرفان کے ذریعے حاصل ہو۔ مزید برآں آرتھوڈوکس تھیولوجی میں انسان کو "خدا کی شبیہ " (Imago Dei) سمجھا جاتا ہے، جس کا مفہوم صرف جسمانی یا عقلی نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی وابستگی ہے۔اس کے برخلاف مصنوعی ذہانت کی عقل میکانیکی، تجرباتی اور نیت سے عاری ہے۔آرتھوڈوکس عالم Fr. John Behr کے مطابق:

> "Artificial intelligence, no matter how advanced, cannot possess hypostatic being or personal intentionality. It remains ontologically different from the human person."[21]
>
> "مصنوعی ذہانت، خواہ کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو، نہ تو اقنومی وجود (Hypostatic Being) کی حامل ہو سکتی ہے اور نہ ہی ذاتی ارادیت (Personal Intentionality) کی۔وجودی (Ontological) اعتبار سے یہ ہمیشہ انسانی شخص سے مختلف رہے گی۔"

تھیسیس(Theosis) جو آرتھوڈوکس روحانیت کا مرکزی اصول ہے یعنی انسان کا خدا کے ساتھ باطنی اتحاد ایسا روحانی مقام ہے جو کسی بھی مشین یا الگوریتھم کے دائرے سے باہر ہے۔چنانچہ مصنوعی ذہانت کو اگر انسانی روحانیت، عبادت، یا مذہبی قیادت کے متبادل کے طور پر پیش کیا جائے، تو آرتھوڈوکس علما کے نزدیک یہ ایک غلط فکری و اخلاقی تجاوز ہوگا۔ آرتھوڈوکس نظریہ کے مطابق AI انسانی

ایجاد ضرور ہے اور اسے علمی و سائنسی ترقی کا جزو سمجھا جا سکتا ہے، لیکن اسے انسانی روح، عقلِ نوری، یا مذہبی شعور کا متبادل ہر گز نہیں مانا جا سکتا۔ مصنوعی ذہانت کا استعمال جب تک اخلاق، عاجزی اور روحانی بصیرت کے تابع ہو، قابل قبول ہے؛ مگر اگر یہ انسان کی روحانی مقام کو چیلنج کرنے لگے، تو یہ فکری اور ایمانی خطرے کا باعث ہے۔

عیسائیت میں مصنوعی ذہانت سے متعلق تحفظات

عیسائیت میں انسانی اقدار اور اخلاقیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور مصنوعی ذہانت کے استعمال کے حوالے سے دو بنیادی خدشات موجود ہیں سب سے پہلا خدشہ یہ ہے کہ کیا مصنوعی ذہانت انسان کی روحانی حیثیت کو چیلنج کر سکتا ہے؟ اور دوسرا خدشہ یہ ہے کہ کیا AI انسانی وقار کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے؟ ذیل میں ان دونوں خدشات کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

کیا مصنوعی ذہانت انسانی روحانی حیثیت کو متاثر کر سکتا ہے؟

بائبل میں انسان کی تخلیق کو ایک روحانی اور الٰہی عمل قرار دیا گیا ہے:

> "اور خداوند خدا نے انسان کو خاک سے بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا اور یوں وہ جیتا جاگتا شخص بن گیا۔[22]"

کیتھولک چرچ کے پوپ فرانسس نے مصنوعی ذہانت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

> "ٹیکنالوجی ایک نعمت ہو سکتی ہے، لیکن اگر یہ انسان کی جگہ لے لے، تو یہ خدا کی طرف سے دیے گئے مقصد کے خلاف ہوگا۔ ہمیں ٹیکنالوجی کو انسانی خدمت کے لیے استعمال کرنا ہوگا، نہ کہ انسان کو اس کا غلام بنانا چاہیے۔"[23]

کیا مصنوعی ذہانت انسانی وقار کے لیے خطرہ ہے؟

عیسائیت میں انسانی وقار (Human Dignity) کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت کو جج، وکیل، یا ڈاکٹر کے طور پر استعمال کیا جائے، تو کیا یہ انسانی اقدار کے خلاف ہوگا؟ کیمبرج یونیورسٹی کے اسکالر Noel Sharkey لکھتے ہیں:

> "مصنوعی ذہانت کو صرف ایک معاون کے طور پر استعمال کرنا چاہیے نہ کہ انسان کے فیصلے کی جگہ۔ اگر مصنوعی ذہانت کو مکمل اختیار دے دیا جائے، تو یہ انسانی وقار کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"
> 24

مصنوعی ذہانت اور مذہبی عقائد کی تحدید

کچھ عیسائی علماء کا ماننا ہے کہ مصنوعی ذہانت انسانی عقائد کو متاثر کر سکتا ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت پر مبنی روبوٹ پادری بن جائے تو کیا یہ عیسائیت کے بنیادی عقائد سے متصادم نہیں ہوگا؟ مسیحیت میں مصنوعی ذہانت کے حوالے سے متنوع آراء پائی جاتی ہیں۔ بعض مذہبی حلقے اسے انسان کے علم و شعور کا ایک مثبت استعمال تصور کرتے ہیں، جبکہ کچھ مذہبی رہنما اسے انسانی روحانیت اور اخلاقیات کے لیے ایک ممکنہ خطرہ سمجھتے ہیں۔ پوپ فرانسس اور دیگر مذہبی شخصیات نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مصنوعی ذہانت کو ایک اخلاقی دائرے میں رکھا جانا چاہیے، تاکہ یہ انسانی کنٹرول میں رہے اور اس کا استعمال اخلاقی اصولوں کے مطابق ہو۔ تاہم مصنوعی ذہانت کو انسان کے برابر درجہ دینا یا اسے مذہبی رہنما کے طور پر تسلیم کرنا ایک ایسا موضوع ہے جس پر مسیحی علما میں اتفاقِ رائے نہیں پایا جاتا۔

مصنوعی ذہانت اور اسلامی نقطہ نظر

مصنوعی ذہانت موجودہ دور کی ایک انقلابی ٹیکنالوجی ہے جو انسانی زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں اثرانداز ہو رہی ہے۔ اس کی بدولت مشینیں خود سیکھنے، فیصلے کرنے اور پیچیدہ مسائل حل کرنے کی صلاحیت حاصل کر رہی ہیں۔ تاہم جہاں مصنوعی ذہانت ترقی، سہولت اور خودکار نظاموں کا ذریعہ بن رہا ہے، وہیں یہ کئی گہرے اخلاقی، روحانی اور دینی سوالات بھی پیدا کر رہا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے مصنوعی ذہانت صرف ایک سائنسی ایجاد نہیں بلکہ ایک فکری و اخلاقی چیلنج بھی ہے جو انسان کی خلافت، نیت، عدل، امانت اور علم کی اہمیت جیسے اصولوں کو براہ راست متاثر کرتا ہے۔ اس لیے AI کا اسلامی تناظر میں مطالعہ ناگزیر ہو گیا ہے تاکہ اس ٹیکنالوجی کا استعمال شریعت کے دائرے اور انسانی بھلائی کے مقاصد کے مطابق ہو۔

اسلامی تعلیمات میں علم و عقل کی برتری

اسلام میں علم، تفکر اور تحقیق کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ قرآن میں کئی مقامات پر عقل اور تفکر کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں؟ "[25]

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ علم اور سیکھنے کا عمل اسلامی نقطہ نظر سے نہایت اہم ہے۔ چنانچہ اگر مصنوعی ذہانت علم اور تحقیق کو فروغ دینے میں مددگار ثابت ہو، تو اسلام میں اس کا مثبت استعمال جائز سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے بھی علم حاصل کرنے پر زور دیا "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ "[26]

اس حدیث کی روشنی میں اگر مصنوعی ذہانت انسانی فہم اور سیکھنے کے عمل کو بہتر بنانے میں مدد دیتا ہے، تو اس کا مثبت استعمال اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔

انسان بطور خلیفہ اور مصنوعی ذہانت کی حیثیت

اسلامی عقیدہ کے مطابق، اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے:

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، تو انہوں نے کہا: کیا تُو اس میں ایسے کو مقرر کرے گا جو فساد کرے اور خون بہائے، حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں؟ اللہ نے فرمایا: میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔[27]"

اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ انسان کو اللہ نے عقل، علم اور فیصلہ سازی کی صلاحیت کے ساتھ زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا اگر مصنوعی ذہانت کو خود مختار فیصلے کرنے کی اجازت دی جائے اور یہ انسانی زندگی کے اہم معاملات میں مداخلت کرے، تو یہ اسلامی تصورِ خلافت کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مشہور اسلامی مفکر ابن خلدون اپنی کتاب المقدمہ میں لکھتے ہیں:

"انسان کو اللہ نے عقل و شعور کی دولت عطا کی ہے تاکہ وہ اپنے فیصلے خود کرے اور یہ قدرت کا ایسا اصول ہے جو کسی اور مخلوق پر لاگو نہیں ہوتا۔[28]"

یہ نظریہ واضح کرتا ہے کہ مصنوعی ذہانت کو مکمل خود مختاری دینا اسلامی اصولوں سے متصادم ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ انسان کی حاکمیت اور خلافت کے اصول کو چیلنج کرتا ہے۔

انصاف اور مساوات

اسلام میں انصاف اور مساوات کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے:

"بے شک، اللہ انصاف کا، احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔" [29]

مصنوعی ذہانت کو اگر صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے، تو یہ انصاف کو فروغ دینے کا ایک ذریعہ بن سکتا ہے۔ مثلاً عدالتوں میں مصنوعی ذہانت کو مقدمات کے تجزیے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے تاکہ منصفانہ فیصلے کیے جا سکیں۔ لیکن اگر مصنوعی ذہانت کے الگورتھمز میں جانبداری موجود ہو، تو یہ اسلامی اصولِ انصاف کے خلاف ہو سکتا ہے۔

حلال اور حرام کی پہچان

مصنوعی ذہانت کے ذریعے حلال و حرام کی تشخیص ایک اہم مسئلہ بن سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر مصنوعی ذہانت پر مبنی خودکار سسٹم حلال اور حرام کھانوں کی پہچان کرے، تو کیا یہ قابل قبول ہوگا؟ اسلامی فقہ میں اجتہاد (یعنی دینی معاملات میں اجتہادی فیصلے) کے لیے

انسانی عقل اور فہم ضروری سمجھے جاتے ہیں اور مصنوعی ذہانت کو اس معاملے میں فیصلہ سازی کی اجازت دینا ایک متنازعہ معاملہ ہو سکتا ہے۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

"شریعت کا مقصد یہ ہے کہ انسانی معاملات میں عقل و شعور کے ذریعے فیصلہ کیا جائے، نہ کہ محض مشینی عوامل پر انحصار کیا جائے۔[30]"

اسلامی نقطہ نظر سے مصنوعی ذہانت کے فوائد اور خدشات

مصنوعی ذہانت کی ترقی نے انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں بے پناہ فوائد فراہم کیے ہیں، جیسے کہ تعلیم، طب، زراعت، مواصلات اور عبادات کی تنظیم۔ تاہم، اسلامی نقطہ نظر سے مصنوعی ذہانت کے استعمال کو صرف کارکردگی یا سہولت کی بنیاد پر نہیں پرکھا جا سکتا، بلکہ اس کے ہر پہلو کو شریعت، اخلاقیات اور مقاصدِ شریعت کی روشنی میں جانچنا ضروری ہے۔ جہاں مصنوعی ذہانت انسانیت کی خدمت کا ذریعہ بن سکتا ہے وہیں اگر اس کا استعمال دینی اقدار، انسانی وقار یا عدل و انصاف کے خلاف ہو، تو وہ قابلِ اعتراض بھی بن سکتا ہے۔

مصنوعی ذہانت کے ممکنہ فوائد

اسلامی نقطۂ نظر میں مصنوعی ذہانت کو ایک ایسی جدید ٹیکنالوجی سمجھا جا سکتا ہے جو اگر درست نیت اور اخلاقی اصولوں کے تحت استعمال کی جائے تو انسانیت کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔ اسلام علم، تحقیق، اور انسانیت کی خدمت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، لہٰذا مصنوعی ذہانت کے کئی فوائد اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں۔

علم کے فروغ میں مصنوعی ذہانت کا کردار

اسلام میں علم حاصل کرنا بنیادی عبادات میں شمار ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کی پہلی وحی ہی علم کے بارے میں نازل ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا"[31] اسی طرح ایک اور مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے: "کہہ دو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟"[32]

یہ آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام میں علم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

مصنوعی ذہانت کے ذریعے علم کے فروغ کی صورتیں

مصنوعی ذہانت کی مدد سے درج ذیل طریقوں سے علم کے فروغ کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔

- طلبہ گھر بیٹھے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں
- ذاتی نوعیت کی (Personalized) تعلیم ممکن ہو جاتی ہے
- کمزور طلبہ کو اضافی مدد ملتی ہے

- یہ سہولت علم کے پھیلاؤ کو عام کرتی ہے، جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔
- قرآن، حدیث اور تفاسیر تک فوری رسائی ممکن ہے
- مختلف زبانوں میں اسلامی مواد دستیاب ہے
- دنیاوی علوم (سائنس، میڈیکل، انجینئرنگ) بھی آسانی سے سیکھے جا سکتے ہیں
- یہ چیز علم کو محدود طبقے سے نکال کر عام انسان تک پہنچاتی ہے۔
- بڑی مقدار میں معلومات کو تیزی سے تجزیہ کرتی ہے
- نئی تحقیقات میں مدد دیتی ہے
- علمی مسائل کے حل کو آسان بناتی ہے
- یہ تحقیق کے عمل کو مضبوط کرتی ہے، جو کہ اسلامی تہذیب کا اہم حصہ رہا ہے۔

اسلام علم کے حصول اور اس کے پھیلاؤ کی بھرپور ترغیب دیتا ہے، اور مصنوعی ذہانت اس مقصد کو جدید دور میں مزید مؤثر بناتی ہے۔ اگر اسے صحیح نیت اور مثبت مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ ایک بڑی نعمت ثابت ہو سکتی ہے۔

انسانیت کی خدمت میں مصنوعی ذہانت کا کردار

اسلام میں دوسروں کی مدد کو بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے"[33]

اسی اصول کے تحت مصنوعی ذہانت انسانیت کی خدمت کا ایک مؤثر ذریعہ بن سکتی ہے، کیونکہ اس کے ذریعے ہسپتالوں میں بیماریوں کی تشخیص زیادہ درست اور تیز ہو جاتی ہے، قدرتی آفات کے دوران امدادی سرگرمیاں بہتر انداز میں انجام دی جا سکتی ہیں، اور معذور افراد کے لیے نئی سہولیات پیدا کی جا سکتی ہیں۔ اس طرح مصنوعی ذہانت جدید دور میں خدمتِ خلق کے اسلامی تصور کو مزید مضبوط بناتی ہے۔ مصنوعی ذہانت کی مدد سے:

- ہسپتالوں میں بیماریوں کی تشخیص بہتر ہوتی ہے
- قدرتی آفات میں امدادی کام تیز ہوتے ہیں
- معذور افراد کے لیے سہولیات پیدا ہوتی ہیں

وقت اور وسائل کی بچت

اسلام میں وقت اور وسائل کی قدر پر بہت زور دیا گیا ہے اور فضول خرچی سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:
"بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔"[34]

اسی تناظر میں مصنوعی ذہانت ایک مفید ذریعہ ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اس کے ذریعے خودکار نظام (Automation) کاموں کو تیزی اور مؤثریت سے انجام دیتے ہیں، کم وسائل میں زیادہ پیداوار ممکن ہوتی ہے، اور کاروبار و معیشت میں بہتری آتی ہے۔ یوں مصنوعی ذہانت وقت اور وسائل کے بہتر استعمال کے اسلامی اصولوں کو عملی شکل دینے میں مدد دیتی ہے۔ مصنوعی ذہانت کے ذریعے:

- خودکار نظام (Automation) کام کو تیز کرتے ہیں
- کم وسائل میں زیادہ کام ممکن ہوتا ہے
- کاروبار اور معیشت بہتر ہوتی ہے

دعوت و تبلیغ میں آسانی

اسلام میں دعوت و تبلیغ کو ایک اہم ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:
"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ"[35]

اسی تناظر میں مصنوعی ذہانت دعوتِ دین کے کام کو آسان اور مؤثر بنا سکتی ہے، کیونکہ اس کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو مختلف زبانوں میں تیزی سے پھیلایا جا سکتا ہے، آن لائن لیکچرز اور دینی مواد زیادہ لوگوں تک پہنچایا جا سکتا ہے، اور لوگوں کے سوالات کے بروقت اور مدلل جوابات دیے جا سکتے ہیں۔ یوں مصنوعی ذہانت جدید دور میں تبلیغِ اسلام کے عمل کو مزید وسیع اور مؤثر بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ مصنوعی ذہانت کے ذریعے:

- دینی مواد مختلف زبانوں میں آسانی سے پھیلایا جا سکتا ہے
- آن لائن لیکچرز اور اسلامی تعلیمات عام کی جا سکتی ہیں
- سوالات کے فوری جوابات دیے جا سکتے ہیں.

طبّی سہولیات میں بہتری

طبّی سہولیات میں بہتری کے حوالے سے مصنوعی ذہانت ایک اہم کردار ادا کر سکتی ہے کیونکہ اس کے ذریعے بیماریوں کی جلد تشخیص اور بہتر علاج ممکن ہو جاتا ہے۔ یہ عمل اسلامی اصول "جان کی حفاظت" کے عین مطابق ہے، جسے شریعت میں بنیادی مقاصد (مقاصدِ شریعت) میں شامل کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اور جس نے ایک جان کو بچایا گویا اس نے پوری انسانیت کو بچایا۔"[36]

لہٰذا مصنوعی ذہانت کے استعمال سے صحت کے شعبے میں بہتری لا کر انسانی جانوں کو بچانا نہ صرف ایک سائنسی ترقی ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک عظیم نیکی بھی ہے۔

معاشی ترقی میں مصنوعی ذہانت کا کردار

معاشی ترقی کے حوالے سے مصنوعی ذہانت ایک مؤثر ذریعہ بن سکتی ہے، کیونکہ یہ کاروباری عمل کو بہتر، تیز اور زیادہ منظم بناتی ہے، جس سے معیشت میں ترقی آتی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ ایک مثبت پہلو ہے، بشرطیکہ اس کا استعمال دیانت داری کے ساتھ کیا جائے اور اسے سودی نظام اور دھوکہ دہی جیسے غیر شرعی امور سے پاک رکھا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "اور اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا"[37]

لہٰذا اگر مصنوعی ذہانت کو حلال ذرائع، انصاف اور شفافیت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ اسلامی اصولوں کے مطابق معاشی بہتری کا ایک اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔

اسلام میں مصنوعی ذہانت سے متعلق تحفظات

مصنوعی ذہانت عصر حاضر کی انقلابی سائنسی دریافتوں میں سے ایک ہے، جس نے انسانی زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں بنیادوں سے تبدیلی لانا شروع کر دی ہے چاہے وہ صنعتی پیداواری نظام ہو، تعلیم و تدریس کا میدان، طبّی تشخیص و علاج ہو یا مالیاتی منڈیوں کا نظم۔ مصنوعی ذہانت کی نمایاں خصوصیات میں مشینوں کا خود کار سیکھنا (machine learning)، منطقی تجزیہ اور انسانوں کی طرح فیصلے کرنے کی صلاحیت شامل ہے۔ تاہم، جہاں مصنوعی ذہانت دنیا کو سہولت، رفتار اور درستگی فراہم کر رہا ہے، وہیں یہ کئی اہم سوالات کو بھی جنم دے رہا ہے خصوصاً مذہب، اخلاقیات اور انسانی وجود کے دائرے میں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو مصنوعی ذہانت صرف ایک سائنسی ٹول نہیں بلکہ ایک ایسا تصور ہے جو براہِ راست قرآن و سنت میں بیان کردہ انسانی خلافت، مقصدِ حیات، نیت و نفعِ عامہ اور اخلاقی و روحانی ترقی کے اصولوں سے متصادم یا ہم آہنگ ہو سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مصنوعی ذہانت کی ترقی اور استعمال کو شریعتِ اسلامی، مقاصدِ شریعت (حفظِ دین، جان، عقل، نسل، مال) اور اخلاقی اصولوں کے تناظر میں جانچا جائے، تاکہ نہ صرف امت مسلمہ کی دینی و تہذیبی شناخت محفوظ رہے بلکہ انسانیت کو بھی ایک عادلانہ، نفع بخش اور خدا پرست ترقی کی سمت میں رہنمائی میسر آ سکے۔

خلافتِ انسانی کو چیلنج

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔[38]"

اسلامی نظریہ کے مطابق، انسان کو اللہ نے زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور اگر مصنوعی ذہانت کو فیصلے کرنے کا اختیار دیا جائے، تو یہ اسلامی اصول کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مشہور فقیہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"انسانی عقل کو اللہ نے فضیلت دی ہے اور اگر ہم اپنے فیصلے کسی مشین کے سپرد کر دیں، تو یہ خلافتِ انسانی کے اصول کے خلاف ہوگا۔[39]"

مصنوعی ذہانت اور انصاف کا مسئلہ

اگر مصنوعی ذہانت کو عدالتوں میں جج یا فیصلہ ساز کے طور پر استعمال کیا جائے تو یہ عمل بظاہر عدالتی کارکردگی میں تیزی، شفافیت اور منطقی استدلال کا ذریعہ بن سکتا ہے، تاہم اسلامی اصولِ عدل اور اخلاقیات کے تناظر میں اس کے گہرے اثرات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عدل کو محض قانونی یا عدالتی تقاضا نہیں بلکہ ایک شرعی، اخلاقی اور تہذیبی قدر کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ۔[40]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو اور احسان کرو۔"

اسلامی عدلیہ کا مقصد صرف قانون کا اطلاق نہیں بلکہ مظلوم کی دادرسی، نیت کی جانچ، حالات کا سیاق وسباق اور رحم ودرگزر کی گنجائش بھی فراہم کرنا ہے جو کہ ایک انسان شریعت کی روشنی میں کرتا ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت کو جج کے طور پر استعمال کیا جائے تو چند سنجیدہ تحفظات سامنے آتے ہیں۔

تعصب کا خطرہ اور عدلِ اسلامی کے تقاضے

مصنوعی ذہانت میں Bias یعنی تعصب یا جانبداری کا خطرہ جدید دور کے سب سے اہم اخلاقی اور فکری مسائل میں سے ایک ہے۔ مصنوعی ذہانت سسٹمز کی فیصلہ سازی محض خالص منطق یا "Neutral" Computation پر مبنی نہیں ہوتی، بلکہ یہ ان ڈیٹا سیٹس پر انحصار کرتی ہے جن پر وہ تربیت پاتے ہیں۔ اگر یہ ڈیٹا خود انسانی تعصبات، تاریخی ناانصافیاں، یا غالب ثقافتوں کے محدود زاویہ نظر پر مبنی ہو تو مصنوعی ذہانت انہی تعصبات کو سیکھ کر مزید مستحکم کر سکتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں مصنوعی ذہانت کے عدالتی، تعلیمی، طبّی اور سماجی فیصلوں میں ناانصافی پیدا ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

Joy, Buolamwini اور Timnit Gebru نے 2018 میں شائع ہونے والی اپنی مشہور تحقیق "Gender Shades: Intersectional Accuracy Disparities in Commercial Gender Classification" میں تین بڑے AI facial recognition سسٹمز (Microsoft, IBM, Face++) کا تجزیہ کیا۔ ان کا نتیجہ یہ تھا:

- سفید فام مردوں کی درست شناخت کی شرح: 99%
- سیاہ فام خواتین کی شناخت کی درست شرح: صرف 65%[41]

یہ فرق نہ صرف تکنیکی ناکامی کو ظاہر کرتا ہے، بلکہ یہ اس بات کی گہری علامت ہے کہ مصنوعی ذہانت ماڈلز کس طرح انسانی تعصبات کو اپنے فیصلوں میں منتقل کر رہے ہیں خاص طور پر ان افراد یا گروہوں کے لیے جو پہلے ہی سماجی یا ثقافتی اعتبار سے کمزور ہیں۔

1۔اسلامی تناظر میں تعصب کی مذمت اور عدل کا تقاضا

اسلام میں عدل صرف قانونی تقاضا نہیں بلکہ ایک دینی اور اخلاقی فریضہ ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ، وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا، اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ۔"[42]

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف پر قائم رہنے والے اور گواہی دینے والے بنو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔"

اسلامی عدلیہ کے اصولوں میں "رفع الظلم"، "رفع الحرج"، "إقامة العدل" اور "مساوات" جیسے تصورات کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔اگر مصنوعی ذہانت ان اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ایسے فیصلے کرے جو کسی خاص قوم، جنس، یا مذہب کے خلاف تعصب پر مبنی ہوں تو یہ "ظلم" کے زمرے میں آئے گا اور شرعی اعتبار سے ناجائز ہوگا۔

نیت، احسان اور سیاق وسباق کی کمی

اسلامی عدل ایک جامع تصور ہے جو محض نتائج یا ظاہری فیصلوں پر مبنی نہیں بلکہ اس کے پیچھے نیت، سیاق وسباق، احسان اور انسانی شعور جیسے عناصر بھی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔اسلام میں عدل کا مقصد صرف قانون کی عملداری نہیں بلکہ دلوں کے حال، نیتوں کی پاکیزگی اور رحم ونرمی کے ساتھ فہم وانصاف کا قیام ہے۔جب اس الٰہی تصورِ عدل کا موازنہ مصنوعی ذہانت (AI) پر مبنی عدالتی فیصلوں یا سماجی تجزیات سے کیا جاتا ہے تو ایک واضح خلیج سامنے آتی ہے۔

1۔نیت (Intent) کا عنصر اور مصنوعی ذہانت کی حدود

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئ ما نوى"[43]

"اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔"

یہ حدیث اسلامی قانونی، اخلاقی اور روحانی نظام کی بنیاد ہے۔ اگرچہ مصنوعی ذہانت سسٹمز بڑے ڈیٹا پر فیصلے کر سکتے ہیں، لیکن وہ نیت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مشینوں کی "فہم statistical correlation "پر مبنی ہوتی ہے، جبکہ شریعت نیت، سیاق اور حسنِ ظن پر۔ مثلاً:

- اگر کوئی شخص مجبوراً جھوٹ بولے یا جھوٹی گواہی دے، مگر اس کا مقصد کسی مظلوم کی جان بچانا ہو، تو اس پر فتویٰ ممکن ہے۔
- AI however ایسی صورتحال کو "جھوٹ "کے طور پر ڈیٹیکٹ کرے گا، مگر "نیتِ نجات "کو کبھی نہیں سمجھ پائے گا۔

2۔احسان، رحمت، نرمی، عدل

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ[44]"

یعنی عدل کے ساتھ ساتھ احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلامی فقہ اور قضاء میں احسان یعنی رحم، درگزر اور انسانی کمزوری کو سمجھنا عدل کی روح سمجھا جاتا ہے۔ مصنوعی ذہانت سسٹمز میں نہ رحم ہے، نہ نرمی، نہ سمجھ بوجھ کا ظرف۔ مثلاً:

- ایک ماں اگر چوری کرے کیونکہ اس کے بچے بھوکے ہیں، تو اسلامی قاضی اس کی نیت، مجبوری اور انسانی حقائق کو مد نظر رکھ کر تعزیر یا معافی کا فیصلہ کر سکتا ہے۔
- مصنوعی ذہانت جو صرف جرم کے fact اور precedent پر کام کرتا ہے، ایسے case کو سزا کے مستحق کے طور پر categorize کرے گا۔

ابن قیم الجوزیہ نے "اعلام الموقعین" میں لکھا:

"العدل هو وضع الشيء في موضعه، ولا يكون العدل مجرد الحكم بالقانون، بل بفهم المقاصد والظروف والأحوال[45]"

3۔سیاق وسباق (Context) کی عدم موجودگی

مصنوعی ذہانت کا علم ڈیٹا پر منحصر ہوتا ہے، جبکہ اسلامی عدلیہ سیاق وسباق کو لازم قرار دیتی ہے۔ فہمِ سیاق، ایک خاص ماحول، ثقافت، تاریخی پس منظر اور نیت کو سمجھنے کا عمل ہے جو انسان اپنی عقل، فہم، علم، تجربہ اور بصیرت سے کرتا ہے۔ مصنوعی ذہانت نہ ماحول جانتی ہے، نہ ثقافت، نہ مقصد اور نہ ہی غیر لفظی اشارات۔

مثال:

ایک ہی جملہ "مجھے مار و مت" اگر طنز میں بولا جائے تو اس کا مفہوم الگ ہو گا، مگر مصنوعی ذہانت اسے literal تشریح دے گی، یہ سیاق و سباق کی وہ کمی ہے جو مصنوعی ذہانت کو عدالتی اور اخلاقی طور پر خطرناک بناتی ہے۔

مصنوعی ذہانت اور ذمہ داری/احتساب کا مسئلہ

اسلامی اخلاقیات میں ذمہ داری یا احتساب (Accountability) ایک بنیادی اصول ہے جو ہر قول، عمل اور فیصلے کے ساتھ جُڑی ہوتی ہے۔ شریعت اسلامیہ اس تصور کو بہت گہرائی سے بیان کرتی ہے اور ہر فرد کو اس کے علم، اختیار اور نیت کے مطابق جواب دہ قرار دیتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا۔"[46]

"بے شک اللہ تم پر نگران ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان کا ہر عمل اللہ کی نگرانی میں ہے اور روزِ حساب اس پر باز پُرس ہو گی۔ یہی تصور "تکلیف کے دائرے" (دائرۃ التکلیف) کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے، جس کے مطابق صرف وہی فرد شرعی طور پر ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے جو عقل و اختیار رکھتا ہو۔

مصنوعی ذہانت کے تناظر میں شرعی سوال

جب ایک مصنوعی ذہانت نظام کوئی غلط فیصلہ کرتا ہے مثلاً عدالت میں غلط سزا تجویز کرتا ہے، یا کسی معالجے میں غلطی کا مرتکب ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ اسلامی شرعی اصولوں کے مطابق اس کا ذمہ دار کون ہو گا؟

1۔ مصنوعی ذہانت کی فطری حدود اور غیر مکلف

مصنوعی ذہانت ایک غیر عاقل، غیر مختار اور غیر ذی نیت وجود ہے، لہٰذا اسلامی فقہ کے مطابق اسے نہ گناہ گار ٹھہرایا جا سکتا ہے، نہ ہی شرعی طور پر مکلف مانا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مصنوعی ذہانت کا کوئی بھی فیصلہ اخلاقی یا دینی جواب دہی کا حامل نہیں ہو سکتا۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

"التكليف لا يكون إلا لمن كان عاقلاً ذا إدراك ونيّة، ولا يَدخل في ذلك غير الإنسان۔"[47]

"تکلیف صرف اس پر ہوتی ہے جو عقل رکھتا ہو، ادراک رکھتا ہو اور نیت رکھتا ہو اور یہ صرف انسان پر لاگو ہوتا ہے۔"

2۔ انسانی ذمہ داران (جج، پروگرامر، یا ڈیٹا سائنسدان؟)

اسلامی قانون کے مطابق مصنوعی ذہانت کے ذریعے کیے گئے کسی بھی فیصلے کی ذمہ داری بالآخر انسانی عناصر پر عائد ہو گی۔ ان میں سے ہر ایک کی نیت، اختیار اور علم کے مطابق درج ذیل درجے بنائے جا سکتے ہیں:

مصنوعی ذہانت پروگرامر

اگر مصنوعی ذہانت الگوریتھم میں جان بوجھ کر ایسے کوڈ یا منطقی نظام رکھے گئے ہوں جو مخصوص تعصب، ناانصافی یا نقص پر مبنی ہوں، تو پروگرامر شرعی طور پر فاسد نیت کا مرتکب ہو گا اور مسؤول (جوابدہ) ٹھہرے گا۔

ڈیٹا سائنسدان

اگر مصنوعی ذہانت کو جو ڈیٹا فراہم کیا گیا وہ ناقص، تعصب پر مبنی، یا جزوی ہو اور ڈیٹا ماہرین کو اس کا ادراک تھا، تو ان پر بھی "تقصیر " (غفلت) اور "غرر "(دھوکہ یا ابہام) کے اصول لاگو ہوں گے۔

فیصلہ منظور کرنے والا جج یا ادارہ

اگر کسی انسانی جج، ادارے یا کمپنی نے مصنوعی ذہانت کے فیصلے کو بغیر نظرِ ثانی اپنایا، تو وہ بھی اس فیصلے کا شرعی، اخلاقی اور قانونی ذمہ دار ہو گا، کیونکہ اس نے غیر ذی شعور مشین پر مکمل بھروسا کر کے "تفویضِ قضا (Delegation of Judgment) "کا غیر شرعی قدم اٹھایا۔ ابن قیم الجوزیہ لکھتے ہیں:

"من حكم بغير علم فقد ظلم، ومن ترك التبيّن فقد خان۔"[48]

"جو بغیر علم کے فیصلہ کرے، وہ ظالم ہے اور جو تحقیق کو ترک کرے، وہ خائن ہے۔"

3۔ مقاصدِ شریعت کی روشنی میں نکتہ نظر

اسلام میں حفظ النفس، حفظ العقل، حفظ الدین، حفظ العرض اور حفظ المال کو بنیادی مقاصد الشریعہ میں شامل کیا گیا ہے۔ اگر مصنوعی ذہانت کسی ایسے عمل یا فیصلہ کا سبب بنے جو ان میں سے کسی بھی مقصد کو نقصان پہنچائے، تو اس کا شرعی احتساب ان انسانی فریقین پر واجب ہو گا جو:

- مصنوعی ذہانت کے ڈویلپمنٹ یا اطلاق میں شریک تھے
- اس کے استعمال کو جائز قرار دے رہے ہیں
- یا اس کے اثرات سے غافل ہیں

اسلامی اصولوں کے مطابق مصنوعی ذہانت اخلاقی طور پر مکلف نہیں، لیکن اسے استعمال کرنے والے انسان خواہ وہ پروگرامر، ڈیٹا سائنسدان، ادارہ، یا جج ہوں ہر صورت جواب دہ ہیں۔ لہٰذا مصنوعی ذہانت کے استعمال سے پہلے اس کے اثرات، تعصبات اور محدودات کا علم، فہم اور شرعی جائزہ لینا لازم ہے، ورنہ یہ ظلم، فریب اور خیانت کے زمرے میں آسکتا ہے۔

4۔ امانت کا تقاضا

اسلام میں امانت (Trust) ایک نہایت جامع اور عمیق اخلاقی و شرعی تصور ہے جو نہ صرف مادی چیزوں کے تحفظ بلکہ ذمہ داری، عہد، فیصلے اور قیادت جیسے غیر مادی امور پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔"[49]

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو۔"

یہ حکم ایک الٰہی معیارِ عدل ہے جو واضح کرتا ہے کہ ہر امانت چاہے وہ مال ہو، علم ہو یا قضا (فیصلہ سازی) صرف اس کے اہل کے سپرد ہونی چاہیے، یعنی ایسے فرد یا ادارے کو جس میں علم، تقویٰ، فہم، رحم، نیت اور بصیرت موجود ہو۔

5۔ قضا بطور امانت

اسلامی فقہ میں قضا (Judicial Responsibility) صرف ایک پیشہ یا فنی عمل نہیں، بلکہ شرعی امانت ہے، جس کا مقصد عدل، احسان اور رفعِ ظلم ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے:

"القضاء منصب شريف، لا يليق إلا بمن كان قوياً أميناً بصيراً عادلاً۔"[50]

"قضا ایک معزز منصب ہے جو صرف اُس شخص کو زیب دیتا ہے جو قوی، امین، بصیر اور عادل ہو۔"

مصنوعی ذہانت کو قضا کی امانت سونپنے کے خدشات

1. نیت (Intent) کی غیر موجودگی: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "إنما الأعمال بالنيات۔"[51] (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے)

جبکہ مصنوعی ذہانت کسی بھی نیت، قصد، یا اخلاقی وزن کے بغیر محض ڈیٹا ڈرائیوَن فیصلہ کرتا ہے جو کہ امانت کے اصول سے متصادم ہے۔

2. بصیرت اور سیاق فہمی کی کمی: قاضی کا کام محض قانون کا اطلاق نہیں بلکہ انسانی حالت، حالات کا پس منظر، رحم اور عرف کو سمجھنا ہے۔ مصنوعی ذہانت کی فیصلہ سازی میں سیاق (context) اور عرف وعادت (custom) کی گنجائش نہیں ہوتی۔

3. رحم اور احسان کا فقدان :قرآن میں عدل کے ساتھ ساتھ احسان کی بھی تاکید کی گئی ہے:"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ۔"[52]

مصنوعی ذہانت نہ رحم محسوس کرتا ہے، نہ نرمی برت سکتا ہے۔اس کی فیصلہ سازی میں انسانی ظرف، مجبوری اور انکسار کی رعایت نہیں ہوتی۔

4. فتویٰ اور اجتہاد کی صلاحیت نہیں :اسلامی شریعت میں اجتہاد ایک علمی، اخلاقی اور روحانی فن ہے جو صرف صاحبِ علم و تقویٰ انسان کر سکتا ہے۔ مصنوعی ذہانت کو شرعی قضا یا فتویٰ کے منصب پر بٹھانا امانت کو نااہل کے حوالے کرنے کے مترادف ہوگا۔علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"من جعل غير أهل العلم والتقوى قاضياً أو مفتياً فقد خان الأمانة۔"[53]

"جو شخص کسی غیر اہل کو قاضی یا مفتی بناتا ہے، وہ امانت میں خیانت کرتا ہے۔"

معاصر اسلامی موقف

مجمع الفقہ الاسلامی (OIC Islamic Fiqh Academy) نے 2021ء میں جاری کردہ ایک قرارداد میں کہا:

"الذكاء الاصطناعي لا يمكن أن يُمنح ولاية القضاء أو الفتوى، و إنما يجوز استخدامه كأداة مساعدة بشرط أن يكون القرار النهائي بيد الإنسان العاقل الفقيه۔"[54]

"مصنوعی ذہانت کو نہ قضا کا اختیار دیا جا سکتا ہے اور نہ فتویٰ دینے کا، بلکہ اسے صرف ایک معاون کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ حتمی فیصلہ انسان کرے۔"

اسلامی اصولوں کے مطابق قضا ایک امانت ہے جو صرف ان افراد کو دی جا سکتی ہے جو علم، تقویٰ، نیت اور رحم سے لیس ہوں۔ مصنوعی ذہانت میں یہ صفات نہ موجود ہیں اور نہ فی الحال ممکن ہیں۔اگر مصنوعی ذہانت کو عدالتی یا فقہی فیصلوں کا اختیار دیا گیا تو یہ "خیانت فی الامانۃ "کے زمرے میں آئے گا جو نہ صرف اخلاقی بلکہ شرعی طور پر بھی ممنوع ہے۔لہٰذا مصنوعی ذہانت کو عدلیہ یا افتا کے مقام پر رکھنا جائز نہیں، البتہ اسے معاون کے طور پر استعمال کرنے میں احتیاطی شرائط کے ساتھ گنجائش موجود ہے۔

5۔شرعی اصولِ قضا کی روشنی میں مصنوعی ذہانت کے کردار کا جائزہ

اسلامی فقہ میں قضا (Judicial Authority) محض قانونی یا فنی عمل نہیں بلکہ ایک عظیم شرعی امانت اور اجتہادی منصب ہے۔ قاضی (جج) کی ذمہ داری صرف قانون کا اطلاق کرنا نہیں، بلکہ سیاق و سباق، نیت، عرف، گواہوں کے بیان، استنباط اور رحم و عدل کے اصولوں کو یکجا کرتے ہوئے ایک ایسا فیصلہ صادر کرنا ہے جو شریعت، عقل اور انسانی فہم سے ہم آہنگ ہو۔

قاضی کی اہلیت اور فقہی معیار

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"لا يجوز تقليد القضاء لمن لا عقل له ولا فقه۔"[55]

"ایسے شخص کو قضا سونپنا جائز نہیں جس میں عقل یا فقہ نہ ہو۔"

یہ اصول واضح کرتا ہے کہ:

- قاضی میں عقلِ انسانی یعنی decision-making ability ہونا ضروری ہے۔
- فقہ یعنی شرعی فہم، اصول اور تفصیل میں مہارت لازمی ہے۔
- قاضی کو عرف، مصالح، ضرر، تخفیف، استثنا جیسے فقہی اصولوں کا عملی علم ہونا چاہیے۔

AI میں یہ تمام صفات نہ صرف غیر موجود ہیں بلکہ ماورائے مشینی دائرہ ہیں۔

مصنوعی ذہانت میں عقلِ اجتہادی کا فقدان

1. **عقل:(Intellect)**

مصنوعی ذہانت میں decision-making صرف algorithmic logic اور probabilities پر مبنی ہوتی ہے۔ اس میں انسانی نیت کا ادراک نہیں، فقہی اختلافات کی حکمت کا شعور نہیں اور عرف و ضرورت کا فہم بھی نہیں۔

2. **فقہ:(Islamic Legal Insight)**

فقہ ایک اجتہادی، اخلاقی اور سیاقی فن ہے جس میں AI کو شریک کرنا ایسا ہی ہے جیسے اندھے کو راہبر بنانا۔

3. **گواہی اور نرمی:(Testimonial Assessment & Leniency)**

اسلامی قاضی گواہوں کے چہروں، لہجے اور حرکات سے صداقت کا اندازہ لگاتا ہے، جبکہ مصنوعی ذہانت میں "Empathy, Emotion Detection, and Legal Subtlety" کی فہم نہیں۔

معاصر فقہی موقف

مجمع الفقہ الاسلامی (OIC) نے اپنی 2022ء کی کانفرنس میں متفقہ طور پر قرارداد پاس کی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ:

"لا يجوز للقاضي الاصطناعي أن يحكم بين الناس حكماً نهائياً، وإنما يجوز استخدامه كأداة تحضيرية وتوثيقية تحت إشراف القاضي الفعلي۔"[56]

"مصنوعی ذہانت جج کو حتمی فیصلے کا اختیار دینا شرعاً جائز نہیں، البتہ اسے معاون اور دستاویزی درجے میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔"

حلال و حرام کی تشخیص اور اسلامی تناظر

مصنوعی ذہانت کی تیز رفتار ترقی نے نہ صرف دنیاوی علوم، صنعت اور معیشت کو متاثر کیا ہے بلکہ مذہبی اور فقہی میدان میں بھی اہم سوالات کو جنم دیا ہے، خصوصاً "حلال و حرام" کی تشخیص اور فتویٰ سازی جیسے نازک معاملات میں۔ اسلامی شریعت میں فتویٰ ایک ایسا اجتہادی عمل ہے جو صرف علمی مہارت ہی نہیں بلکہ نیت، تقویٰ، اخلاقی شعور اور امت کی مصلحت کو پیشِ نظر رکھ کر انجام دیا جاتا ہے۔ اس تناظر میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک مشینی نظام جو انسانی نیت یا مقاصد الشریعہ کو نہیں سمجھتا، اس نازک ذمہ داری کو ادا کر سکتا ہے؟ اگرچہ مصنوعی ذہانت بعض علمی پہلوؤں میں معاون ثابت ہو سکتا ہے، جیسے فقہی اقوال کی تلاش یا روایات کا تجزیہ، لیکن اس کو مکمل فتوٰی سازی یا حلال و حرام کی تشخیص میں خود مختار حیثیت دینا اسلامی اصولوں سے متصادم ہے۔

اجتہاد: ایک انسانی عمل

اسلامی فقہ میں اجتہاد کو صرف ایک فنی یا قانونی عمل نہیں بلکہ ایک مقدس دینی ذمہ داری کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جس کی بنیاد گہرے علمی، اصولی اور روحانی معیارات پر رکھی گئی ہے۔ اجتہاد صرف فقہی نصوص کی ظاہری تشریح یا ڈیٹا پروسیسنگ کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں قرآن و سنت، اجماع، قیاس، مقاصد الشریعہ، عرف، سیاق و سباق، نیت اور مصلحت جیسے عناصر کو یکجا کر کے ایک ذمہ دارانہ اور مخلصانہ فیصلہ سامنے لایا جاتا ہے۔ امام الشاطبیؒ (متوفی 790ھ) اپنی معروف کتاب الموافقات میں اجتہاد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الاجتهاد هو بذل الوسع في تحصيل الظن بالحكم الشرعي۔"[57]

"اجتہاد اس کوشش کا نام ہے جس میں مجتہد اپنی تمام تر علمی و فکری صلاحیت بروئے کار لاتا ہے تاکہ وہ کسی شرعی حکم کے ظنِ غالب تک پہنچ سکے۔"

یہ تعریف واضح کرتی ہے کہ اجتہاد ایک زندہ انسانی شعور کا عمل ہے جو دل کی نیت، دماغ کی بصیرت اور امت کی بھلائی کے جذبے پر مبنی ہے۔ اس کے برخلاف مصنوعی ذہانت محض ایک عددیاتی اور الگوریتھمک نظام ہے جو نہ نیت کا فہم رکھتا ہے، نہ اخلاقی شعور، نہ تقویٰ اور نہ ہی شریعت کے اعلیٰ مقاصد (مقاصد الشریعہ) کو سمجھنے کی اہلیت۔ مصنوعی ذہانت کسی بھی دینی اصول یا فقہی مسئلے پر جو نتیجہ دے گا، وہ

صرف تاریخی ڈیٹا، فقہی نصوص کے متون اور statistical patterns پر مبنی ہوگا، جس میں اجتہادی حکمت، نصوص کا سیاق، عرف اور انسانی ظرف کا لحاظ نہیں ہوگا۔

اسی بنا پر معاصر اسلامی مفکر ڈاکٹر فضل الرحمن اپنی کتاب *Islam and Modernity* میں لکھتے ہیں:

> "Shariah is a moral law, and its application requires ethical consciousness, not mechanical analogy."[58]
>
> "شریعت ایک اخلاقی قانون ہے، اور اس کا نفاذ و اطلاق اخلاقی شعور، بصیرت اور ذمہ دارانہ فہم کا تقاضا کرتا ہے، نہ کہ محض مشینی قیاس یا میکانکی مماثلت کا۔"

یعنی شریعت ایک اخلاقی نظام ہے جس کا اطلاق اخلاقی آگہی کا تقاضا کرتا ہے، نہ کہ محض مشینی تجزیے کا۔ اس کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ مصنوعی ذہانت کو مکمل اجتہادی حیثیت دینا شرعی اصولوں کے منافی ہے۔ البتہ مصنوعی ذہانت کو فقہی تحقیقی معاونت کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، جیسے فقہی اقوال اور روایات کی تلاش، فقہ المقارن (Comparative Fiqh) کی تدوین، قواعدِ فقہیہ کی تطبیق اور مختلف مکاتبِ فکر کے فتاویٰ کا تقابلی جائزہ۔ لیکن ان تمام استعمالات میں بھی مصنوعی ذہانت کی نگرانی دینی ماہرین کے ہاتھ میں ہونی چاہیے تاکہ اجتہاد کی روح، بصیرت، نیت اور امت کی فلاح کے اصول محفوظ رہیں۔ یہی توازن اسلامی فقہ کی روایت، اس کی علمی گہرائی اور روحانی بصیرت کا تقاضا ہے۔

مصنوعی ذہانت کا ممکنہ کردار: فتویٰ سازی یا معاونت؟

مصنوعی ذہانت کے دینی استعمالات میں سب سے اہم اور حساس پہلو یہ ہے کہ کیا اسے اسلامی فتوی سازی جیسے اہم عمل میں شامل کیا جا سکتا ہے؟ اسلامی فقہ میں فتویٰ ایک گہرا اجتہادی عمل ہے جو نہ صرف علمی مہارت بلکہ تقویٰ، نیت اور سیاق و سباق کے صحیح فہم پر مبنی ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مصنوعی ذہانت صرف ایک *معاون آلہ* کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے، یا اسے *خود مختار فتوی دینے والا نظام* بنایا جا سکتا ہے؟

1۔ فتویٰ سازی میں مکمل خود مختاری

یہ رائے فقہی طور پر ناقابلِ قبول ہے کیونکہ مصنوعی ذہانت کو وحی، سیاق و سباق اور اخلاقی نیت جیسے عوامل کا شعور نہیں ہوتا۔ اگر مصنوعی ذہانت غلط یا ناقص ڈیٹا پر تربیت پائے تو وہ فتووں میں گمراہی پیدا کر سکتا ہے۔

2۔ علمی معاونت (Assistive Tool):

یہ نقطۂ نظر زیادہ معتدل اور فقہی طور پر قابلِ قبول ہے۔ مصنوعی ذہانت عملی طور پر فقہی اقوال، روایات اور اختلافات کی تلاش،

فقہ المقارن (comparative fiqh) کے مطالعہ میں مدد، قواعدِ فقہیہ یا اصول فقہ کی تطبیق کے الگوریتھم اور مختلف مکاتبِ فکر کے فتاویٰ کا موازنہ کرنے جیسے امور میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

خلاصہ کلام

المختصر مصنوعی ذہانت ایک ایسا انقلابی مظہر ہے جو نہ صرف سائنسی و تکنیکی ترقی کا استعارہ ہے بلکہ اس کے اثرات انسانی اخلاق، روحانیت، عدل اور مذہبی اقدار پر بھی گہرے انداز میں مرتب ہو رہے ہیں۔ مختلف مذاہب، جیسے اسلام، مسیحیت اور یہودیت نے مصنوعی ذہانت کے حوالے سے متنوع لیکن گہرے اخلاقی و دینی موقف اختیار کیے ہیں جو اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کا غیر مشروط، خود مختار اور تعصب سے آلودہ استعمال انسانیت کے لیے روحانی و تہذیبی بحران کا باعث بن سکتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر میں مصنوعی ذہانت کو خلافتِ انسانی، نیت، احسان اور عدل جیسے بنیادی اصولوں کے تحت محدود اور رہنمائی شدہ کردار میں دیکھا جانا چاہیے، نہ کہ اسے شرعی اتھارٹی یا روحانی رہنمائی کا ذریعہ بنا دیا جائے۔ اسی طرح مسیحی اور یہودی علما بھی اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ مصنوعی ذہانت کو صرف انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کیا جائے اور اسے انسان کی جگہ لینے کا اختیار نہ دیا جائے۔ تمام مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ مصنوعی ذہانت کا استعمال اس وقت تک اخلاقی اور قابلِ قبول ہے جب تک یہ انسانی وقار، روحانیت اور خدا کی مقرر کردہ اقدار کے تابع ہو۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک بین المذاہب اور بین العلومی اخلاقی فریم ورک تشکیل دیا جائے جو مصنوعی ذہانت کے استعمال کو صرف سائنسی ترقی کے بجائے روحانی ارتقاء اور انسانی بھلائی کے سانچے میں ڈھال سکے۔

حوالہ جات

[1] Cherlow, Y. “Ethics and Artificial Intelligence in Jewish Law,” Jewish Review of Books, 2021

[2] Sacks, J. “Future Tense: Jews, Judaism, and Israel in the Twenty-First Century (New York:Schocken books 2009), P 74

[3] Dorff, E, Matters of Life and Death: A Jewish Approach to Modern Medical Ethics, (Pennsylvania: Jewish Publication Society, 2003), P 182

[4] Artson, B, Renewing the Process of Creation (Vermont: Jewish Lights, 2009), P 129

[5] CCAR Responsa Committee, Jewish Perspectives on Emerging Technology, 2020

[6] Genesis 1:27

[7] Rick Jacobs, Speech at URJ Biennial, 2019

[8] Nevins, AI and Jewish Ethics, JTS, 2019

[9] Pirkei Avot, Ethics of the Fathers (Jerusalem: Feldheim Publishers, 2005), Vol 3, P 15

[10] Cherlow, Yuval. Torah and Technology (Jerusalem: Yeshivat Hesder Petah Tikva, 2020)

[11] Tractate Sanhedrin 4:5

[12] Sacks, Jonathan. Morality: Restoring the Common Good in Divided Times. Hodder & Stoughton, 2020, P 242

[13] Buber, Martin. I and Thou. Scribner, 1937, P 56

[14] Hütter, Bound to Be Free: Evangelical Catholic Engagements in Ecclesiology, Ethics, and Ecumenism, T&T Clark, 2004, P 137

[15] Polkinghorne, Science and Theology: An Introduction, SPCK, 1998, P 96

[16] Garner, Theology and Technology in The Wiley Blackwell Companion to Religion and Science, 2011, P 915
[17] Caritas in Veritate, Vatican Press, 2009, P 69
[18] Ibid., P 35
[19] Rome Call for AI Ethics, 2020, Vatican.va
[20] Ware, Kallistos. The Orthodox Way, St. Vladimir's Seminary Press, 1995, P 112
[21] Behr, John. The Mystery of Christ, St. Vladimir's Seminary Press, 2006, P 88
[22] The Holy Bible, Genesis 2:7
[23] Pope Francis, Rome Speech on Technology Ethics, Vatican Press, 2021
[24] Sharkey, The Ethics of AI in Christianity (Cambridge, Cambridge University Press, 2018), P 210

[25] الزمر 9:39

[26] ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ۔ سنن ابن ماجہ۔ (بیروت: دار الفکر، س ن۔)، رقم الحدیث: 224

[27] البقرہ 30:2

[28] ابو زید عبدالرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون (بیروت: دار الفکر، 1377ھ)، ج 1، ص 302

[29] النحل 90:16

[30] ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبیؒ، الموافقات (بیروت: دار ابن حزم، 1997ء)، ج 2، ص 224

[31] العلق 1:96

[32] الزمر 9:39

[33] مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، حدیث: 2699

[34] الاسراء 27:17

[35] النحل 125:16

[36] المائدہ 32:5

[37] البقرۃ 275:2

[38] البقرہ 30:2

[39] احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ، الفتاویٰ الکبریٰ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1327ھ)، ج 3، ص 192

[40] النحل 90:16

[41] Buolamwini, J., & Gebru, T. (2018). Gender Shades: Intersectional Accuracy Disparities in Commercial Gender Classification. Proceedings of Machine Learning Research, 81:1–15.

[42] المائدہ 8:5

[43] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری۔ الجامع الصحیح (بیروت: دار ابن کثیر، 2002ء)، کتاب بدء الوحی، رقم الحدیث: 1

[44] النحل 90:16

[45] ابن قیم محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین (بیروت: دار الجیل، س ن)، ج 1، ص 80

[46] *النساء 1:4*

[47] امام شاطبیؒ، الموافقات، ج 1، ص 254

[48] ابن قیم، اعلام الموقعین، ج 1، ص 101

[49] النساء 58:4

[50] ابن قیم، الخلافۃ والامامۃ (بیروت: دار الجیل، س ن)، ص 181

[51] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، رقم الحدیث: 1

[52] النحل 90:16

[53] ابن تیمیہ، الفتاویٰ الکبری، ج4، ص 179

[54] مجمع الفقہ الإسلامي الدولي، قرار رقم 246، 1442ھ

[55] یحیٰ بن شرف النووی، روضۃ الطالبین (بیروت: دار الفکر، س ن)، ج10، ص 136

[56] مؤتمر الذکاء الاصطناعی والفقہ، جدۃ، 1443ھ

[57] امام شاطبیؒ، الموافقات، ج4، ص 307

[58] Fazlur Rahman, Islam and Modernity (Chicago: University of Chicago Press, 1982), P 42